ISSN 3139-3284 (ONLINE)

VOL. 1

SHIBLI NATIONAL ACADEMIC JOURNAL

A PEER-REVIEWED · MULTIDISCIPLINARY · MULTILINGUAL JOURNAL

Knowledge Beyond Boundaries...

SHIBLI NATIONAL ACADEMIC JOURNAL

S N A J

Open Access · Online · Biannual · Double-Blind Peer Reviewed
Crossref Indexed DOI · Multidisciplinary · Multilingual

VOLUME 1 · ISSUE 1
JANUARY – JUNE 2026

CHIEF EDITOR

Dr. Mohammad Zahid

www.snaj.org.in

ISSUE 1

ISSN 3139-3284 (Online)

SHIBLI NATIONAL ACADEMIC JOURNAL
Volume 1 · Issue 1 · January – June 2026

FOREWORD

It is with immense pride and a deep sense of purpose that I present the inaugural issue of the Shibli National Academic Journal (SNAJ) to the global community of scholars, researchers, and students. Named in reverence to the towering legacy of Allama Shibli Nomani — a scholar whose intellectual contributions transcended boundaries of language, discipline, and geography — this journal aspires to carry forward that same spirit of rigorous, cross-cultural inquiry.

SNAJ was conceived from a simple but pressing conviction: that meaningful scholarship should not be confined by the language in which it is written, nor by the discipline from which it emerges. India's intellectual tradition has long thrived at the confluence of languages — English, Hindi, and Urdu among them — and it is this confluence that our journal seeks to honour. By welcoming original research across the humanities, social sciences, education, and emerging interdisciplinary , multilingual fields, we hope to build a genuinely inclusive platform for academic dialogue.

As Chief Editor, I have had the privilege of witnessing the dedication of our editorial board, reviewers, and contributors, whose collective commitment has shaped this first issue. Every article herein has passed through a rigorous double-blind peer review/ indexed process, and each is assigned a Crossref indexing, registered DOI, reflecting our unwavering commitment to academic integrity, originality, and permanence in the global research ecosystem.

I extend my heartfelt gratitude to our esteemed reviewers, editorial board members, and the scholars who entrusted us with their research. It is through their collective effort that this journal has moved from vision to reality. I also invite researchers, academicians, and students from across disciplines and linguistic traditions to consider SNAJ as a home for their scholarship in the issues to come.

It is my sincere hope that this journal will serve not merely as a repository of research, but as a living, evolving conversation — one that bridges languages, disciplines, and generations of scholars in pursuit of knowledge.

With warm regards,

Dr. Mohammad Zahid
Chief Editor
Shibli National Academic Journal (SNAJ)

Shibli National Academic Journal *ISSN- 3139 - 3284*
Vol. No.1, Issue No.1, Jan- Jun 2026
Received Date: 12/02/2026, **Accepted Date:** 15/05/2026, **Published Date:** 30/06/2026

1

ڈاکٹر بشیر بدر- جدید غزل کے امام

پروفیسر محمد طاہر
صدر شعبۂ اردو
شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ
ORCID ID: 0009-0003-1232-8767

چراغوں کو آنکھوں میں محفوظ رکھنا
بڑی دور تک رات ہی رات ہوگی

ڈاکٹر بشیر بدر کا اصل نام محمد بشیر تھا لیکن ادبی دنیا میں وہ بشیر بدر کے نام سے مشہور ہوئے۔اس میں مبالغہ نہیں کہ وہ اسم بامسمیٰ تھے۔ان کے نام کے دو حصے تھے بشیر یعنی بشارت دینے والا اور بدر یعنی چودھویں کا چاند۔ایسے دور میں جب غزل کے خلاف ایک محاذ قائم تھا اور نظم کے لئے باقاعدہ فضا سازگار بنائی جارہی تھی اسی وقت ادبی افق پر بشیر بدر کے نام کا ایک ایسا چاند طلوع ہوا کہ غزل کے گرد چھانے والا اندھیرا پوری طرح دور ہوگیا۔انہوں نے ثابت کیا کہ غزل ہماری تہذیب میں اور ہماری تہذیب غزل میں ڈھلی ہے۔ڈاکٹر بشیر بدر نے اردو غزل کو نئی سمت نئی شاہ راہ نئی رفتار نئے لہجے اور نئی بلندیوں سے آشنا کیا۔انہوں نے نئی نسل کو نہ صرف محبت کی فضا سے آشنا کیا بلکہ اپنے رومانی اشعار سے ان کے دل کی دھڑکنوں کو تیز تر کردیا۔

ابوالفیض سحر نے لکھا ہے کہ ''میں نے بشیر بدر کی غزل کو زندگی کی دھوپ اور احساس کے پھولوں کی غزل کہا ہے۔یہی ان کی شاعری کا بنیادی مزاج ہے۔بشیر بدر نے غزل کو جو محبوبیت، وقار، اعتبار اور وجاہت بخشی ہے وہ بے مثال ہے۔عالمی سطح پر بشیر بدر سے پہلے کسی کو یہ محبوبیت نہیں ملی۔میر، غالب کے شعر بھی مشہور ہیں لیکن پورے اعتماد سے کہہ سکتا ہوں کہ عالمی پیمانہ پر بشیر بدر کی غزلوں کے اشعار سے زیادہ کسی کے شعر مشہور نہیں ہیں۔وہ اس وقت دنیا میں غزل کے سب سے محبوب شاعر ہیں۔''

پروفیسر مغنی تبسم بھی رقم طراز ہیں کہ ''بشیر بدر کا شمار اردو غزل کے معماروں میں ہوتا ہے۔انہوں نے غزل کو ایک نیا لہجہ اور وقار عطا کیا ہے۔عصری مسائل اور زندگی کے پیچیدہ تجربوں کو سادگی اور پرکاری کے ساتھ شعر کا روپ دینے میں انہیں کمال حاصل ہے۔(۱)

ڈاکٹر بشیر بدر کا ذکر آج ۱۹۹۰ء کے ایک ذاتی واقعہ سے کرنا چاہتا ہوں۔اس وقت میں علی گڑھ میں طالب علم تھا اور بشیر بدر کی شہرت سے خوب واقف تھا۔اسی سال مجھے حبیب ہال میگزین کا ایڈیٹر بنایا گیا۔بشیر بدر اس وقت میرٹھ میں مقیم تھے

۔میں نے ان کوایک خط لکھا کہ میں ایک سالانہ میگزین کا ایڈیٹر ہوں اور میری یہی خواہش ہے کہ آپ کی غزل اس میگزین کی زینت میں اضافہ کرے۔ جواب میں ان کا جو خط موصول ہوا شاید آج بھی وہ میر پاس کہیں محفوظ ہوگا۔انہوں نے بڑی محبت سے جواب لکھا کہ ایک تازہ اور غیر مطبوعہ غزل بھیج رہا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ سب سے پہلی غزل یہی شائع ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہوتو شائع نہ کریں۔ مجھے وہ پوری غزل یاد ہے آپ بھی ملاحظہ کریں:

ادب کی حد میں ہوں بے ادب نہیں ہوتا
تمہارا تذکرہ اب روز و شب نہیں ہوتا
کبھی کبھی تو چھلک پڑتی ہیں یونہی آنکھیں
اداس ہونے کا کوئی سبب نہیں ہوتا
کئی امیروں کی محرومیاں نہ پوچھ کہ بس
غریب ہونے کا احساس اب نہیں ہوتا
وہاں کے لوگ بڑے دلفریب ہوتے ہیں
مِرا بہکنا بھی کوئی عجب نہیں ہوتا
میں اس زمین کا دیدار کرنا چاہتا ہوں
جہاں کبھی بھی خدا کا غضب نہیں ہوتا

میں نے ان کی شرط قبول کر لی اور میگزین کے منظوم حصہ کے پہلے صفحہ پر اس غزل کو شائع کر دیا لیکن اس کے بعد جو ہوا وہ بڑا تلخ تجربہ تھا۔شہریار صاحب نہ صرف میرے استاد تھے بلکہ مجھے نہایت عزیز رکھتے تھے۔ میں نے ان سے بھی ایک غزل کے لئے درخواست کی تھی۔انہوں نے اپنی مشہور یہ پرانی غزل عنایت کر دی کہ:

شدید پیاس تھی پھر بھی چھوا نہ پانی کو
میں دیکھتا رہا دریا، تری روانی کو
سیاہ رات نے بے حال کردیا مجھ کو
طویل کر نہیں پایا کسی کہانی کو
بجائے میرے کسی اور کا تقرر ہو
قبول جو کرے خوابوں کی پاسبانی کو
اماں کی جا مجھے اے شہر تو نے دی تو ہے
بھلا نہ پاؤں گا صحرا کی بیکرانی کو
جو چاہتا ہے کہ اقبال ہو سوا تیرا
تو سب میں بانٹ برابر سے شادمانی کو

میگزین کی اشاعت کے بعد شہر یار صاحب کی خدمت میں پر جوش انداز میں حاضر ہوا اور ان کو میگزین پیش کی ۔ پہلے صفحہ پر بشیر بدر کی دوسرے صفحہ پر ان کی غزل تھی ۔ یہ دیکھ کر اس قدر بپھر گئے کہ میگزین اٹھا کر باہر پھینک دی ۔ پہلی دفعہ انہیں میں نے اتنے غصہ میں دیکھا ۔ میں نے بہت معذرت کی اور بشیر بدر صاحب کا لیٹر دکھایا اور ان کی شرط کے آگے اپنی مجبوری بھی سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے ایک نہ سنی اور بقیہ زندگی کبھی مجھ سے بات نہ کی جس کا مجھے بہر حال قلق ہے ۔ طالب علم ہونے کے باوجود مجھے یہ احساس تھا کہ عمر کے لحاظ سے اور ادبی اعتبار سے شہر یار صاحب کا قد بلند ہے لیکن اپنی میگزین کو بشیر بدر کے کلام سے محروم نہیں رکھنا چاہتا تھا اس لئے عقیدت میں یہ نادانی مجھ سے ہوئی کہ میں نے بشیر بدر صاحب کی شرط قبول کر لی ۔

ڈاکٹر بشیر بدر اس دور کے شاعر تھے جب مشاعروں کا دور دورہ تھا ۔ یہ مشاعرے ہماری ادبی وراثت کو سنبھالے تہذیب وثقافت کی نمائندگی کرتے ۔ ہم نے مشاعروں کا وہ دور بھی دیکھا ہے جب کسی وسیع میدان میں صرف پوال بچھا دیا جاتا اور تاحد نظر باذوق سامعین کا سمندر نظر آتا ۔ دور رسیوں کے حصار میں ایک اسٹیج دکھائی دیتا جہاں دور سے مل گجی روشنی میں شعراء وشاعرات اور چند منتظمین کی دھندلی شکل نظر آتی ۔ ایک مائیک ہوتا جو سناٹے کو چیرتا ۔ میدان میں فاصلے فاصلے پر بانس کے کھمبے ہوتے اور ان پہ بجلی کے تاروں سے گردن کسے ہوئے ٹمٹماتے بلب کی زرد روشنی کے ذریعہ اندھیرا کا سینہ چاک کرنے کی ناکام کوشش ہوتی اور انہیں کھمبوں کے نیچے کچھ حضرات قلم کاغذ اور ڈائری سنبھالے پسندیدہ اشعار نوٹ کرتے نظر آتے ۔ کچھ لوگ زبانی اشعار کو یاد کرتے اور کچھ لوگ صرف داد دینے میں مصروف رہتے ۔ تہذیب وثقافت سامعین کی شرافت اور ادب کی حرارت ساری خوبصورتی ایک میدان میں جمع رہتی ۔ اچانک ناظم مشاعرہ کسی شاعرہ کا نام پکارتا تو پرسکون تالاب میں پتھر اچھالنے جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی اور داد کم دی جاتی ہوٹنگ زیادہ ہوتی ۔ ان مشاعروں کی کامیابی کا زیادہ انحصار نظامت کرنے والے کے کندھوں پر ہوتا ۔ اس دور میں عمر قریشی کو اس فن میں کمال حاصل تھا ۔ بعد میں انور جلال پوری، ثقلین حیدر، ملک زادہ منظور وغیرہ نے یہ ذمہ داری بہ حسن وخوبی نبھائی ۔

ذرا چشم تصور سے اس منظر کو بھی دیکھئے جب اسٹیج پر ایک سے بڑھ کر ایک شاعر موجود ہوتے ۔ ڈاکٹر ساغر اعظمی، کیفی اعظمی، راہی بستوی، کیف بھوپالی، منظر بھوپالی، حق کانپوری، ہوش نعمانی، طاہر فراز، معراج فیض آبادی، خمار بارہ بنکوی، بیکل اتساہی، نیرج کمار، ندا فاضلی، وسیم بریلوی، راحت اندوری، منور رانا، والی آسی، ساقی فاروقی، ساقی امروہوی، کرشن بہاری نور، ڈاکٹر بشیر بدر وغیرہ وغیرہ اور دوسری جانب ترنم کانپوری، انجم رہبر، برکھا رانی، اناد ہلوی، شبینہ ادیب جیسی شاعرات ۔ مذکورہ تمام شعرا وشاعرات اپنے عہد کے سب کے سب ممتاز اور نابغہ روزگار تھے ۔ آسمان ادب پہ جب اس طرح کے آفتاب ومہتاب ضوفشانی کر رہے ہوں تو ایسے میں اپنی دمک سے لوگوں کو متوجہ کرنا آسان نہیں ہوتا لیکن ڈاکٹر بشیر بدر نے اپنے منفرد لہجے، دلکش انداز اور سچے جذبات واحساسات سے لوگوں کے دلوں پہ حکومت کی ۔ ان کے اسلوب کی سب سے نمایاں خوبی سادگی میں رعنائی، اشعار غنائی اور زبان کی جادوگری ہے ۔ یہ اشعار دیکھیں:

کوئی پھول دھوپ کی پتیوں میں ہرے ربن سے بندھا ہوا
وہ غزل کا لہجہ نیا نیا نہ کہا ہوا نہ سنا ہوا (۴)

....

کئی میل ریت کو کاٹ کر کوئی موج پھول کھلا گئی
کوئی پیڑ پیاس سے مر رہا ہے ندی کے پاس کھڑا ہوا (۵)

....

مجھے اشتہار سی لگتی ہیں یہ محبتوں کی کہانیاں
جو کہا نہیں وہ سنا کرو جو سنا نہیں وہ کہا کرو(۶)

....

بے وقت جو جاؤں گا سب چونک پڑیں گے
اک عمر ہوئی دن میں کبھی گھر نہیں دیکھا(۷)

....

یہ پھول مجھے کوئی وراثت میں ملے ہیں
تم نے مرا کانٹوں بھرا بستر نہیں دیکھا(۸)

....

یہ خدا کی دین بھی عجیب ہے کہ اسی کا نام نصیب ہے
جسے تو نے چاہا وہ مل گیا جسے میں نے چاہا ملا نہیں(۹)

....

اسی شہر میں کئی سال سے مرے کچھ قریبی عزیز ہیں
انہیں میری کوئی خبر نہیں مجھے ان کا کوئی پتہ نہیں (۱۰)

پروفیسر ریشماں پروین نے لکھا ہے کہ ''بشیر بدر کے اکثر اشعار زبان زد عام وخاص رہے ہیں۔ ہم موقع بہ موقع دوران گفتگو خود بخود ان اشعار کو پڑھنے لگتے ہیں۔ بشیر بدر اردو شاعری کا ایسا درخشاں ستارہ ہیں جنہوں نے بیسویں صدی کی تمام صعوبتوں کو برداشت کرنے کے باوجود امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔'' (۱۰)

بشیر بدر نے بڑی سادگی سچائی اور خلوص کے ساتھ اپنے جذبات واحساسات کو شاعری کے قالب میں اتارا ہے۔
ڈاکٹر مجاہد اسلام نے ان کے انتقال پر فیس بک پر تعزیت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

''بشیر بدر اردو شاعری کا وہ درخشاں، معتبر اور محبوب نام ہیں جنھوں نے نہ صرف خواص بلکہ عوام کے دلوں پر بھی

یکساں حکومت کی۔ ان کی شاعری محض ادبی نشستوں اور شعری محفلوں تک محدود نہیں رہی بلکہ گلی کوچوں، تعلیمی اداروں، نوجوانوں کی محفلوں، خواتین کی گفتگوؤں اور عام انسان کی روزمرہ زبان تک سرایت کرگئی۔ ان کے اشعار میں ایسی سادگی، ایسی شیرینی، ایسا درد اور ایسی انسانی حرارت موجود تھی کہ ہر طبقۂ فکر نے ان میں اپنے دل کی آواز محسوس کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بے شمار اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے اور زبانِ خلق کا حصہ بن گئے۔ اردو شاعری کی تاریخ میں بہت کم شعرا ایسے گزرے ہیں جن کے اشعار عوامی حافظے میں اس طرح محفوظ ہو گئے ہوں کہ لوگ روزمرہ گفتگو میں بے اختیار ان کے مصرعے دہرانے لگیں۔

بشیر بدر کی شاعری کا سب سے بڑا وصف اس کی بے ساختگی اور انسان دوستی ہے۔ انہوں نے زندگی کے عام تجربات کو اس انداز میں بیان کیا کہ وہ ہر شخص کی اپنی کہانی محسوس ہونے لگے۔ محبت، جدائی، تنہائی، ہجرت، بدلتے رشتے، وقت کی بے وفائی، انسان کی داخلی ٹوٹ پھوٹ اور معاشرتی رویوں کی تلخی۔ یہ سب موضوعات ان کی شاعری میں نہایت سادگی مگر گہرائی کے ساتھ تعلیمی اداروں، نوجوانوں کی محفلوں، خواتین کی گفتگوؤں اور عام انسان کی روزمرہ زبان تک سرایت کرگئی۔ ان کے اشعار میں ایسی سادگی، ایسی شیرینی، ایسا درد اور ایسی انسانی حرارت موجود تھی کہ ہر طبقۂ فکر نے ان میں اپنے دل کی آواز محسوس کی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بے شمار اشعار ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے اور زبانِ خلق کا حصہ بن گئے۔ اردو شاعری کی تاریخ میں بہت کم شعرا ایسے گزرے ہیں جن کے اشعار عوامی حافظے میں اس طرح محفوظ ہو گئے ہوں کہ لوگ روزمرہ گفتگو میں بے اختیار ان کے مصرعے دہرانے لگیں۔''

بشیر بدر کے کلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سیدھے دل پہ اثر کرتے ہیں اور وہ کب آپ بیتی کو جگ بیتی اور جگ بیتی کو آپ بیتی بنا دیں کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہر شخص ان کے کلام میں اپنے دل کی دھڑکنوں کی آواز سننے کی کوشش کرتا ہے۔ فیاض رفعت نے لکھا ہے کہ:

''مجموعی طور پر بشیر بدر کی شاعری زندگی کی قوس وقزح کی اکائی ہے جس میں انسانی کیفیات اور احساسات کے رنگ جھلملاتے ہیں۔ ان کے شعروں میں جو غنائیہ نظم وضبط ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ موسیقی کے آہنگ سے پوری طرح واقف ہیں۔ یہی نہیں بشیر بدر تخئیل کی قوت سے اور لفظ و معنی کے ایجاز واختصار سے وہ کام لیتے ہیں کہ پڑھنے والے کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں اور اس کے یہاں ایک ایسی طرب انگیز تھرتھراہٹ پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ شعر کی رنگین وادیوں میں کھوتا چلا جاتا ہے اور ان رنگین وادیوں سے جب وہ ڈوب کر ابھرتا ہے تو اس کے سامنے ایک گہری اور ہمہ گیر معنویت کے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں۔'' (۱۲)

بشیر بدر کی سادگی معصومیت میں ڈوبی ہے۔ خود جن لوگوں نے ان کو کلام پڑھتے ہوئے سنا ہے وہ جانتے ہیں کہ ان کا مخصوص انداز اور خاص ترنم تھا جس میں لہجے کی نرمی، آواز کی دلکشی، ترنم کی کشش اور اعتماد کی لے شامل تھی۔ انہوں نے مشکل پسندی، صنائع وبدائع کے بوجھ ثقالت، رعایت لفظی اور پیچیدہ بیانی سے دامن محفوظ رکھ کر فطری انداز میں دل کی کیفیت کو سچائی

کے ساتھ پیش کیا۔اشعار دیکھیں:

کسی کی یاد میں پلکیں ذرا بھگو لیتے
اداس رات کی تنہائیوں میں رو لیتے
دکھوں کا بوجھ اکیلے نہیں سنبھلتا
کہیں وہ ملتا تو اس سے لپٹ کے رو لیتے(۱۳)

....

سوچا نہیں اچھا برا دیکھا سنا کچھ بھی نہیں
مانگا خدا سے رات تیرے سوا کچھ بھی نہیں
سوچا تجھے دیکھا تجھے چاہا تجھے پوجا تجھے
میری خطا میری وفا تیری خطا کچھ بھی نہیں(۱۳)

....

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشا ہے
جس ڈال پہ بیٹھے ہو وہ ٹوٹ بھی سکتی ہے
لوبان میں چنگاری جیسے کوئی رکھ جائے
یوں یاد تیری شب بھر سینے میں سلگتی ہے(۱۴)

اکثر بشیر بدر کو رومانی شاعر کہہ کر ان کے قد کو کم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔جبکہ زندگی کے تلخ ترین تجربات سے بھی انہیں گزرنا پڑا اور ان کی شیریں بیانی میں کڑواہٹ بھی آئی۔میرٹھ میں جب ان کے گھر کو فسادیوں نے صرف مسلمان ہونے کے جرم میں نذرِ آتش کر دیا تو بشیر بدر اندر سے ٹوٹ کر بکھر گئے۔انہوں نے یہ شعر کہا کہ:

لوگ ٹوٹ جاتے ہیں ایک گھر بنانے میں
تم ترس نہیں کھاتے بستیاں جلانے میں (۱۵)

ان کے ایک دوست نے پوچھا کہ اس شعر کا تعلق میرٹھ میں ان کے گھر جلانے کے حادثے سے ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ''کسی شعر کو کسی واقعہ سے منسوب کر کے اس کے معنی کو محدود نہ کریں۔آج ہم بلڈوزر کلچر کے خوف میں جی رہے ہیں تو یہ شعر کس قدر معنی خیز لگتا ہے۔جیسے انہیں مستقبل کے خطرات کا پہلے سے اندازہ ہو۔بڑا شاعر ہمیشہ مستقبل میں جیتا ہے۔ اب ذرا یہ اشعار بھی دیکھیں:

وہی تاج ہے وہی تخت ہے وہی زر ہے وہی جام ہے

یہ وہی خدا کی زمین ہے یہ وہی بتوں کا نظام ہے
بڑے شوق سے مرا گھر جلا کوئی آنچ تجھ پہ نہ آئے گی
یہ زباں کسی نے خرید لی یہ قلم کسی کا غلام ہے(۱۶)

....

محبتوں میں دکھاوے کی دوستی نہ ملا
اگر گلے نہیں ملتا تو ہاتھ بھی نہ ملا
بہت عجیب ہے یہ قربتوں کی دوری بھی
وہ میرے ساتھ رہا اور مجھے کبھی نہ ملا
گھروں پہ نام تھے ناموں کے ساتھ عہدے تھے
بہت تلاش کیا کوئی آدمی نہ ملا (۱۷)

....

یہاں لباس کی قیمت ہے آدمی کی نہیں
مجھے گلاس بڑے دے شراب کم کردے

....

غزلیں اب تک شراب پیتی تھیں
نیم کا رس پلا رہے ہیں ہم

فاروق ارگلی نے لکھا ہے کہ''ڈاکٹر بشیر بدر نے اپنی غزل میں قدیم فرسودہ موضوعات اور رموز وعلائم کے بجائے اپنے سامنے نظر آنے والے اور عام انسانوں کے جیئے جانے والے سچ کو موضوع سخن بنایا۔اس اعتبار سے وہ اس عہد کے مجتہد شاعر کہے جاسکتے ہیں۔انہوں نے اپنے اظہار کے لئے نئی لفظیات اور خلاقانہ پیکر تراشی کو وسیلہ بنا کر ایک ایسے جہان سخن کی تعمیر کی جہاں کے وہ بلاشرکت غیرے تاجدار بن گئے۔عام فہم لیکن تیر نیم کش کی طرح سننے اور پڑھنے والوں کی روح میں پیوست ہوجانے والے اشعار تخلیق کر کے ڈاکٹر بشیر بدر بلاشبہ دنیائے غزل میں ایک انقلاب بن کر ابھرے۔(۱۸)

بشیر بدر اپنے عہد کے سب سے مقبول شاعر تھے۔انوکھے انداز بیان، چونکا دینے والی کیفیت، دل نشیں انداز، نئے افکار اور نادر تشبیہات نے ان کے اسلوب کو انفرادیت بخشی۔نرم، شائستہ، متین اور شبنمی لہجہ سبھی کو متاثر کرتا ہے۔خود مجھے غالب کے بعد سب سے زیادہ اشعار بشیر بدر کے یاد ہیں۔چند اشعار دیکھیں:

یہ شبنمی لہجہ ہے آہستہ غزل پڑھنا
تتلی کی کہانی ہے پھولوں کی زبانی ہے

....

تتلی کے نازک پنکھوں پہ آنسو کی تحریر غزل ہے
لفظوں کی مینا کاری کو الہامی اشعار نہ جانو(۱۹)

....

وہ چاندنی کا بدن خوشبوؤں کا سایہ ہے
بہت عزیز ہمیں ہے مگر پرایا ہے
اتر بھی آؤ کبھی آسماں کے زینے سے
تمہیں خدا نے ہمارے لئے بنایا ہے(۲۰)

....

سو خلوص باتوں میں سب کرم خیالوں میں
بس ذرا وفا کم ہے تیرے شہر والوں میں
پہلی بار نظروں نے چاند بولتے دیکھا
ہم جواب کیا دیتے کھو گئے سوالوں میں (۲۱)

....

ابھی اس طرف نہ نگاہ کر میں غزل کی پلکیں سنوار لوں
مرا لفظ لفظ ہو آئینہ تجھے آئینے میں اتار لوں
اگر آسماں کی نمائشوں میں مجھے بھی اذن قیام ہو
تو میں موتیوں کی دکان سے تری بالیاں ترے ہار لوں(۲۲)

....

کبھی یوں بھی آ مری آنکھ میں کہ مری نظر کو خبر نہ ہو
مجھے ایک رات نواز دے مگر اس کے بعد سحر نہ ہو
وہ بڑا رحیم و کریم ہے مجھے یہ صفت بھی عطا کرے
تجھے بھولنے کی دعا کروں تو مری دعا میں اثر نہ ہو(۲۳)
یونہی بے سبب نہ پھرا کرو کوئی شام گھر میں رہا کرو
وہ غزل کی سچی کتاب ہے اسے چپکے چپکے پڑھا کرو(۲۴)

....

بڑے لوگوں سے ملنے میں ہمیشہ فاصلہ رکھنا
جہاں دریا سمندر سے ملا دریا نہیں رہتا(۲۵)

....

اتنی ملتی ہے میری غزلوں سے صورت تیری
لوگ تجھ کو میرا محبوب سمجھتے ہوں گے(۲۶)

....

تم کو ضرور کوئی چاہتوں سے دیکھے گا
مگر وہ آنکھیں ہماری کہاں سے لائے گا(۲۷)

اگر صرف پسندیدہ اشعار لکھنے پہ آئیں تو صفحات کے صفحات سیاہ ہوتے جائیں۔ان کے کئی شعری مجموعے منظر عام پر آئے جس میں اکائی ۱۹۶۹ء، امیج ۱۹۷۳ء، آمد ۱۹۸۵ء کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی۔اس کے علاوہ ان کی تصنیف آزادی کے بعد اردو غزل کا تنقیدی مطالعہ ۱۹۸۱ء ، بیسویں صدی میں اردو غزل (تنقید) ۱۹۸۱ء اور تمہارے لئے ہندی میں غزلوں کا انتخاب شائع ہوا۔انہوں نے پاکستان، کناڈا، امریکہ، دبئی، شارجہ، ابوظہبی، بحرین، مسقط، دوحہ، قطر جیسے کوئی ممالک کا سفر کیا اور اپنی صلاحیتوں کا اعتراف کروایا۔انہیں یوپی اردو اکیڈمی، ساہتیہ اکیڈمی، امتیاز میر، اور دوسرے انعامات واعزازات سے نوازا گیا۔

بشیر بدر عظیم شاعر نہ ہوں لیکن اردو ادب کے مقبول شاعر ضرور ہیں۔غیر معمولی شہرت کے سبب ان کے حاسدین کی کمی بھی نہیں۔تعلّی، مبالغہ آمیز بیانات، ادعائی تفخر، رعونت اور بے جا دعوؤں نے ان کے خلاف بھڑکتی آگ پہ پٹرول کا کام کیا۔ انہوں نے کئی مقامات پر اس طرح کی نادانی کی جس سے ناقدین بددل بھی ہوئے۔لیکن ان سب سے قطع نظر اردو غزل کی صنف کو جس طرح مقبول بنایا اور اسے نیا وقار عطا کیا اس سے انکار ممکن نہیں۔افسوس کہ ایسے اہم شاعر کے متعلق ہمارے ناقدین نے حق ادا نہ کیا۔خود ان کی جائے پیدائش کے متعلق فاروق ارگلی نے لکھا ہے کہ وہ کانپور میں پیدا ہوئے، بعض لوگوں نے لکھنؤ تو کسی نے فیض آباد تو کسی نے ہنسور تو کسی نے میرٹھ اور کسی نے اور مقامات بتلاتے ہیں۔ضرورت ہے کہ ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ ان کی حیات وخدمات پہ تحقیق کریں اور بطور خاص ان کا فن غزل کو مقبول بنانے میں جو کردار رہا ہے اس کا اعتراف کریں۔ساتھ ہی ان کی فنی خصوصیات زبان و بیان پر دسترس، مخصوص ڈکشن، تشبیہات واستعارات کا نظام امیجری، محاکات اور دوسری خوبیوں کا تنقیدی تجزیہ کر کے ان کے صحیح مقام ومرتبہ کا تعین کریں۔ان کی شاعری میں بہت سے پہلو ہیں جو تشنہ تحقیق ہیں۔یہ بات افسوس کی ہے کہ ڈاکٹر بشیر بدر ایک طویل عرصہ تک خاص بیماری میں مبتلا رہے لیکن اتنے محبوب شاعر کا جب عیدالاضحیٰ کے روز انتقال ہوا تو بھوپال جیسے کثیر مسلم آبادی والے شہر میں بہت کم لوگ ان کی تدفین میں شامل ہوئے۔ان کا شعر سچ ثابت ہوا کہ:

شہرت کی بلندی بھی پل بھر کا تماشہ ہے

اللہ انہیں غریق رحمت کرے۔

چراغوں کی لو سے ستاروں کی ضو تک
تمہیں میں ملوں گا جہاں رات ہوگی

☆☆☆

حوالے:

(۱) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۸۱

(۲) الحبیب، مدیر محمد طاہر، لیتھو کلر پرنٹرس، اچل تال، علی گڑھ ۱۹۹۰، ص ۱۸۳

(۳) الحبیب، مدیر محمد طاہر، لیتھو کلر پرنٹرس، اچل تال، علی گڑھ ۱۹۹۰، ص ۱۸۴

(۴) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۳

(۵) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۳

(۶) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۲

(۷) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۰

(۸) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۰

(۹) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۹۲

(۱۰) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۹۲

(۱۱) ڈاکٹر مجاہد الاسلام، ایوسی ایٹ پروفیسر مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، لکھنؤ کیمپس، فیس بک وال، ۲۸ رمئی ۲۰۲۶ء

(۱۲) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۷۷

(۱۳) آہٹ، ڈاکٹر بشیر بدر، ایم آر پبلی کیشنز، نئی دہلی ۲۰۰۹ء، ص ۸

(۱۴) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۱۵۲

(۱۵) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۲۷۲

(۱۶) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۳۰۱

(۱۷) کلیات بشیر بدر، ڈاکٹر بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی ۲۰۱۴ء، ص ۲۷۱

(۱۸) کلیات بشیر بدر، آسمان غزل کا بدر کامل، فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۱۴ء، ص ۲۵

(۱۹) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۶۰

(۲۰) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۴۷

(۲۱) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۴۸

(۲۲) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۵۱

(۲۳) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۵۲

(۲۴) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۱۱

(۲۵) کلیات بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۴۰۲

(۲۶) آمد، ڈاکٹر بشیر بدر، ناصر پبلی کیشنز، اردو بازار کراچی، تیسرا ایڈیشن ۱۹۹۴ء، ص ۶۴

(۲۷) کلیات بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۳۴۴

(۱۳) کلیات بشیر بدر، مرتب فاروق ارگلی، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۳۸

(۱۰) رسالہ نیا دور، ایڈیٹر ریحان عباس، میں دکھوں کے پھول چنا کروں، پروفیسر ریشماں پروین، فروری ۲۰۱۸ء، ص ۸۶-۸۷، اتر پردیش، لکھنؤ

Knowledge Beyond Boundaries...

ABOUT THE JOURNAL

The Shibli National Academic Journal (SNAJ) is an international, multidisciplinary and multilingual research publication dedicated to advancing rigorous scholarship across the humanities, social sciences, education, language and emerging interdisciplinary fields. Published biannually in fully open access online format, SNAJ upholds a double-blind peer review process to ensure the highest standards of academic integrity, originality and scholarly merit. Every article published in the journal is assigned a Crossref-registered Digital Object Identifier (DOI), ensuring permanent discoverability and citation traceability in the global research ecosystem.

AIMS & SCOPE

SNAJ welcomes original research articles, review papers, case studies and scholarly notes in English, Hindi and Urdu, fostering cross-linguistic and cross-cultural academic dialogue while maintaining internationally recognised standards of research publishing.

ISSN 3139-3284 (Online) · Crossref DOI Indexed

chiefeditor@snaj.org.in

www.snaj.org.in

© SNAJ PUBLICATIONS — ALL RIGHTS RESERVED